

کمپنیوں کے حصص پر زکوٰۃ کا مسئلہ

ڈاکٹر عبدالعظیم (علی گڑھی)

کمپنیوں کے شیئرز پر زکوٰۃ نکالنے کا مسئلہ بھی اکثر لوگوں کے لئے بڑی الجھن کا باعث رہتا ہے جن اصحاب افتاء کی رائیوں کو عام مسلمانوں کے نزدیک اعتبار و اہتمام حاصل ہے انہوں نے اس کا طریقہ یوں سمجھایا ہے کہ مسئلہ حل ہونے کے بجائے پریشانی میں اضافہ ہو جائے اور انجام کار بہت سے لوگوں کو اس کی ادائیگی ہی سے غفلت ہو جائے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاتمہ پر اس کا بھی جائزہ لے لیا جائے۔

زکوٰۃ کی تاکید:

قرآن و حدیث میں زکوٰۃ کے نہ ادا کرنے پر بڑی وعید آئی ہے زکوٰۃ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اموال و املاک اور خود ہمارے نفس کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بنایا ہے۔ حصص میں عام طور پر لوگ اپنی ضرورتوں سے فاضل پونجی لگاتے ہیں اور اس میں آمدنی بھی مختلف مشتبہ و غیر مشتبہ سرمایہ سے ہوتی ہے اس لئے شیئرز کی زکوٰۃ کی ادائیگی پورے طور سے ہونی چاہئے تاکہ وہ اچھی طرح پاک ہو سکے لیکن افسوس کہ شیئرز میں سرمایہ کاری کرنے والے بعض کو یہی پتہ نہیں کہ ان میں بھی زکوٰۃ نکالنی ہے اور اکثر کو نہیں معلوم کہ ان میں زکوٰۃ کس طرح نکالیں۔ ہر مسلمان کو جاننا چاہئے کہ شیئرز سے متعلق زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اور ان میں زکوٰۃ کیوں کر نکالے۔

علماء کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ شیئرز پر بھی زکوٰۃ نکالنا فرض ہے البتہ اس کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے ایسے اختلافی مسائل میں جس مستند عالم پر اعتماد ہو اس کی رائے پر اللہ کو حاضر و ناظر اور اس کے سامنے اپنے کو جوابدہ سمجھ کر عمل کریں۔ اس باب میں مختلف آراء کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ علماء کرام و اصحاب افتاء ان مختلف رائیوں کا جائزہ لے کر کسی بہتر عملی فیصلہ پر پہنچنے کی کوشش کریں کہ اب تک کسی مسلک میں کوئی ایک مستقل رائے اس باب میں ابھر کر سامنے نہیں آئی ہے۔ مسئلہ ہنوز غور و فکر کا محتاج ہے شیئرز بازار کے مروجہ نظام اور کمپنیوں کے طریقہ کار سے اچھی طرح آگہی اور روح شریعت کا شعور اس طرح کی رائے سازی میں مدد و معاون ثابت ہوگا۔

امام محمد اور یس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

حصص کی زکوٰۃ میں کمپنی کی نوعیت کا اعتبار:

عالم عرب کے ایک عالم شیخ عبدالرحمن عیسیٰ نے اپنی کتاب المعاملات الحدیثہ و احکامها میں اس بات پر زور دیا ہے شیئرز کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ کمپنی کس طرح کی ہے اور اس کے مطابق زکوٰۃ عائد ہوگی مثلاً اگر کمپنی محض خدمات (Services) فراہم کرتی ہے کسی سامان کی پیداوار اور فروخت نہیں کرتی مثلاً ہوٹل، اشتہار، روڈ ویز، بری یا بحری نقل و حمل، ٹرام وے اور ہوائی پرواز وغیرہ کی کمپنیاں، تو ان کے شیئرز میں زکوٰۃ نہیں ہوگی کیونکہ کل رقم آلات و عمارات وغیرہ میں لگی ہوئی ہے صرف کمپنی کے نفع پر زکوٰۃ ہوگی اس کے برخلاف اگر کمپنی صنعتی پیداوار اور تجارت میں مشغول ہے تو اس کے شیئرز پر بھی زکوٰۃ ہوگی البتہ اس سے عمارت، فرنیچر اور مشینوں کی مالیت کے تناسب سے اس میں جو رقم آئے گی اسے منہا کر دیں گے اور بقیہ پر زکوٰۃ نکالیں گے (فقہ الزکوٰۃ مصنفہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی جلد اول، صفحہ ۵۲۳) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے عالم اسلام کے مشہور محقق ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ اس فرق سے یہ ممکن ہے کہ ایک شخص پہلی قسم کی کمپنیوں میں سرمایہ کاری کر کے ساہا سال تک کوئی زکوٰۃ نہ نکالے کہ اصل پر زکوٰۃ نہیں اور نفع خرچ کرتا رہے جبکہ اتنی رقم ایک دوسرا شخص مؤخر الذکر قسم کی کمپنیوں میں رقم لگا کر اصل اور نفع دونوں پر زکوٰۃ دیتا رہے یہ ایسی ناانصافی کی بات ہے جسے شریعت گوارا نہیں کر سکتی (فقہ الزکوٰۃ صفحہ ۵۲۵) ڈاکٹر قرضاوی کے مطابق مذکورہ بالا دو طرح کی کمپنیوں میں بایں طور پر فرق کرنا کہ ایک کو زکوٰۃ سے بری کر دیں اور دوسری پر زکوٰۃ لازم کریں اس کی قرآن و حدیث یا اجماع و قیاس سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ دونوں کے شیئرز مال نامی ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی قسم کی کمپنی زیادہ ہی نفع بخش ہو ڈاکٹر قرضاوی کے مطابق اگر اس بنیاد پر فرق کرنا ہی ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ جہاں خدمات کی کمپنیاں ہوں وہاں نفع پر عشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ میں لیا جائے اور جہاں سامان کی پیداوار اور تجارت ہو وہاں شیئرز کی بازاری قیمت پر، نیز کوئی نفع ہو تو اسے ملا کر ڈھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے۔ (فقہ الزکوٰۃ، جلد اول، صفحہ ۶۲۵)

ہندوستان کے علماء بھی زیادہ تر اسی کے قائل ہیں کہ شیئرز کی زکوٰۃ میں بلڈنگ، مشین اور فرنیچر وغیرہ وضع کر کے جو بچے اس پر زکوٰۃ ہوگی (ملاحظہ ہو انتخابات نظام الفتاویٰ، جلد اول، ص ۱۰۸،

U.T.I سے متعلق ایک غلط فہمی:

یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا میں سرمایہ کاری پر زکوٰۃ سے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں منتخبات نظام الفتاویٰ، جلد اولیٰ، ص ۱۰۹ پر ہے کہ ”اس ادارہ میں لگائی گئی تمام رقم پر زکوٰۃ ادا نہ کی جائے بلکہ اس ادارہ میں اثاثہ مثلاً فرنیچر و مشینوں و عمارت وغیرہ پر جو رقم خرچ ہو گئی ہے اس کو حسب حصہ وضع کر کے جو رقم ڈیپازٹ ہو اور جو سامان تجارت کا ہو اور نفع کی رقم ہو اس میں حسب حصہ جس کے حصہ میں جتنی رقم آئے فقط اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔“ آگے چند سطروں کے بعد یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا میں سرمایہ کاری پر زکوٰۃ کا حکم بتاتے ہوئے شکرمل یا دوسری چیزوں کی پیداوار کرنے والی کمپنیوں کی مثال دی گئی ہے۔ گویا U.T.I. بھی کوئی اس طرح کی پیداوار کرنے والی کمپنی ٹھہری۔ حالانکہ اس کے بارے میں ہم تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ یہ محض سرمایہ کاری کا ادارہ یا میوچول فنڈ ہے جو سرمایہ جمع کر کے دوسری کمپنیوں کے حصص خریدتا ہے۔ یہ دراصل چھوٹے چھوٹے سرمایہ کاروں اور مختلف کمپنیوں کے درمیان ایک درمیانی واسطہ کے طور پر کام کرتا ہے اس کی مثال میں شوگر فیکٹری کو نہیں پیش کر سکتے۔ میوچول فنڈز کے ذریعہ جو سرمایہ کاری ہوتی ہے اس میں زکوٰۃ کے لئے کمپنیوں کی نوعیت معلوم کرنا اور مشکل ہے۔

جملہ شیئرز کے ساتھ عروض تجارت کا معاملہ:

راقم کا عرصہ سے یہ خیال رہا ہے کہ آپاشی کے اونٹ، کھیتی کے نیل اور وہ آلات و اوزار جن سے آدمی خود کام لیتا ہے اور جنہیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے ان پر سرمایہ داروں کی ان بڑی بڑی مشینوں کو قیاس کرنا جنہیں چلانے کے لئے ملازمین ہوتے ہیں اور سرمایہ کاری کو ان سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے سلسلہ میں جو کہ اپنا الگ قانونی وجود رکھتی ہیں اگر خود کمپنی پر زکوٰۃ عائد ہو جیسا کہ بعض مسالک میں ہے تو مشینوں وغیرہ کا الگ حساب کرنا اور انہیں مستثنیٰ کرنا قرین قیاس بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ لیکن اس کے شیئرز خریدنے والے کے لئے تو مشین اور دیگر اثاثہ جات سب برابر ہیں اسے تو شیئرز کی ویلیو (Value) سے مطلب ہے وہ اس کو عروض تجارت کے طور پر خریدتا اور فروخت کرتا رہتا ہے وہ اگر اسے بے عرصے کے لئے روکتا ہے تو بھی دیکھتا رہتا ہے کہ اس کے شیئرز کی قیمت کتنی بڑھی اس لئے

ایک عالم پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداؤد و ترمذی)

مختلف کمپنیوں اور ان کے اثاثوں اور سامانوں میں تفریق کرنے اور ان میں سے بعض کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرنے کے بجائے شیئرز کی کل مالیت پر سامان تجارت کی طرح ڈھائی فیصد زکوٰۃ ہونی چاہئے۔“ مجھے بعد میں یہ پڑھ کر اطمینان اور خوشی ہوئی کہ اسی طرح کا خیال شیخ ابو زہرہ، شیخ عبدالرحمن حسن اور شیخ خلاف بھی رکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو فقہ الزکوٰۃ، جلد اول، صفحہ ۵۲۷) علامہ یوسف القرضاوی نے ان شیئرز کی رائیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ افراد کی حد تک یہ شکل بڑی مناسب ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنے شیئرز کی ویلیو معلوم ہوتی ہے اور اس کو ان کا سالانہ نفع بھی معلوم ہوتا رہتا ہے اس لئے آسانی سے ان کی زکوٰۃ نکال سکتا ہے جب کہ اول الذکر رائے جس میں دنیا بھر کی تفریقات ہیں عام آدمی کے لئے ان کا معلوم کرنا اور حساب لگانا بڑا مشکل ہے۔ علامہ کی رائے میں بھی اگر کوئی اسلامی حکومت کمپنیوں سے براہ راست زکوٰۃ وصول کرتی ہے تو کمپنی اسی طرح کا حساب لگا سکتی ہے اور پہلی رائے کے مطابق عمل کرے۔ (فقہ الزکوٰۃ، ۵۲۸) دارالعلوم دیوبند سے بھی ایک فتویٰ اس طرح کا نظر سے گزرا جس میں کل اصل اور نفع دونوں پر زکوٰۃ دینے کو کہا گیا ہے، کسی نے دریافت کیا ”زید نے ایک کمپنی کے پندرہ حصے ۵ ہزار میں خریدے اس میں جو کچھ نفع ہوتا ہے وہ سالانہ تقسیم ہو کر حصہ داروں کو ملتا ہے زید کو بھی پانچ سو روپے ملے۔ آیا زید کے ذمہ پانچ ہزار کی زکوٰۃ دینا لازم ہے یا منافع سالانہ کی رقم پر زکوٰۃ لازم ہوگئی؟“ اس کے جواب میں تحریر ہے۔ ”زید کو پانچ ہزار کی زکوٰۃ بھی دینی لازم اور فرض ہے۔ کذانی الدر المختار“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، جلد ہشتم افادات مولانا عزیز الرحمن عثمانی مرتبہ مولانا محمد ظفر الدین، طبع ثانی ۱۹۷۲ء دیوبند، ص ۱۳۰)

شیئرز کی زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے کمپنی کے قابل زکوٰۃ یا ناقابل زکوٰۃ اثاثوں میں تفریق کی جائے گی یا نہیں اس سے متعلق پیچھے مذکور دو رائیوں کو تحریر کرنے کے بعد مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے ان دو رائیوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ ”اگر کسی نے کمپنی کے منافع میں شرکت کے لئے شیئرز لیا ہے تو اس کو عروض تجارت میں شمار کرنا مشکل ہے اس میں گنجائش ہے کہ اگر کسی کے لئے قابل زکوٰۃ اور ناقابل زکوٰۃ اثاثوں کی تحقیق ممکن ہو تو وہ تحقیق کر کے صرف قابل زکوٰۃ اثاثوں کی حد تک زکوٰۃ دے اور کسی نے شیئرز تجارت کرنے (Capital gain) کے لئے اور آگے بچ کر نفع کمانے کے لئے خریدا ہے تو یہ عروض تجارت میں شمار ہوگا۔ اس لئے کہ گویا اس نے کمپنی کے اثاثوں کا ایک تناسب حصہ آگے بیچنے کے لئے خریدا ہے اس لئے تمام قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔“ (اسلام اور

جدید معیشت و تجارت، صفحہ ۹۳-۹۴) اس طرح مولانا کے نزدیک سرمایہ کاری کرنے والے نے جب کمپنی کے منافع میں شرکت کے لئے شہر لیا ہے اور وہ ناقابلِ زکوٰۃ اثاثوں کی مالیت معلوم کر سکتا ہے تو اسے زکوٰۃ دینے وقت وضع کیا جاسکتا ہے، راقم کی ناچیز رائے میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا اس صورت میں کہ ایک شخص اونٹوں سے اپنے کھیتوں کی آبپاشی کر کے یا اپنے بیلوں کو اپنے کھیتوں پر استعمال کر کے یا اپنی گھریلو صنعتوں میں آلات و اوزار سے کام لے کر اپنی محنت سے پیداوار کرتا ہے یا اپنا وہ شرکت کا کاروبار جس میں اسے عمل دخل حاصل ہے اور جس کے حصص کی کوئی مارکیٹ نہیں ہے ان پر ان عظیم الشان کمپنیوں کو قیاس کرنا جو اپنا ایک الگ قانونی وجود رکھتی ہیں اور جن میں عام حصہ داروں کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا جن کے حصص کی ایک مارکیٹ ہوتی ہے اور ہمہ آں ان کی تجارت ہوتی رہتی ہے اور جن کے عام حصہ داروں کا اپنا اصل کام دھام کچھ اور ہوتا ہے عموماً وہ اپنی بچت کو جو حاجت اصلیہ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے اس کمپنی میں لگا رکھتا ہے کہ اگر یوں ہی پڑی رہی تو خرچ ہو جائے یا زکوٰۃ ہی چند سالوں میں بہت کم کر دے، کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ان بڑی کمپنیوں میں اس طرح کی اجازت سے اس کو بڑی آسانی سے زکوٰۃ سے بچنے کے ایک حیلہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ایک شخص آبپاشی کے اونٹ، بار برداری کے جانور، کاشتکاری کے تیل، ذاتی گھریلو صنعتوں کی مشینوں کو ہمیشہ ایک حد کے اندر رکھے گا لیکن ہوائی پرواز کی کمپنی، ریلوے اور ٹراموے جہاز رانی وغیرہ میں لمبے عرصہ کے لئے نصاب سے اوپر کی ساری رقم لگا سکتا ہے اور مشینوں اور آلات و اوزار کی زکوٰۃ سے چھوٹ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی سے بالکل بچ سکتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر قرضاوی نے بھی اس شبہ کا اظہار کیا ہے۔ جن کمپنیوں میں صنعت و تجارت دونوں ہی کام ہوتے ہیں ان سے ہر وقت یہ پتہ لگانا کہ کتنی رقم آلات و اوزار، عمارت و فرنیچر اور مشینوں میں لگی ہے اور کتنے کا دیگر سامان ہے، آسان نہیں ہے۔ کمپنی کے سالانہ میزانیہ سے اس کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے لیکن ایک شخص دسیوں کمپنیوں میں سرمایہ کاری کئے ہوتا ہے ایک آدھ کے میزانیہ سے یہ بات کسی حد تک معلوم بھی ہوگی تو بیشتر کے بارے میں وہ الجھن ہی میں رہے گا۔ بہت سی کمپنیاں میزانیہ پابندی سے شائع نہیں کرتیں عام طور پر کھاتا بند ہونے (Book Closing) کے کئی ماہ بعد میزانیہ شائع ہوتا ہے۔ فرض کیجئے ایک آدمی رمضان یا مارچ میں اپنی زکوٰۃ کا حساب کرتا ہے کمپنی بھی اپنا حساب اسی ماہ میں کرتی ہے۔ مگر ڈائریکٹرز کی میٹنگ وغیرہ کے بعد اس کا نتیجہ آنے میں چھ

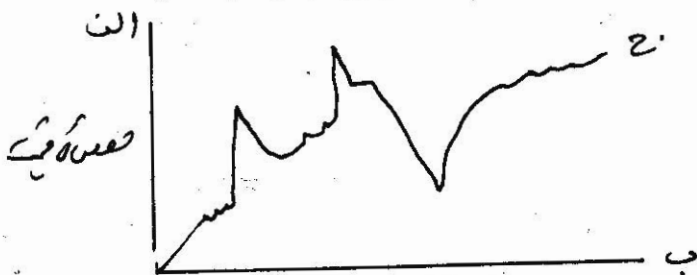
مہینے لگ جاتے ہیں۔ اب ایک شخص کو چھ ماہ زکوٰۃ کی ادائیگی روکے رکھنا پڑے گی کہ حساب آجائے تو اس کے مطابق زکوٰۃ دے۔ مزید یہ کہ کمپنیوں کے نزدیک فیکسڈ اثاثوں (Fixed Assets) کی جو تعریف ہے اور ان کی تقویم (Evaluation) کا جو طریقہ ہے ضروری نہیں کہ وہ شرعی لحاظ سے بھی صحیح ہو۔ بہت سے حضرات بڑی آسانی سے مشورہ دیتے ہیں کہ کمپنی سے معلوم کر لیا جائے کہ میری کتنی رقم فیکسڈ اثاثوں (Fixed Assets) میں لگی ہے لیکن ہر کمپنی سے اس طرح کی معلومات حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔ پھر بہت سی کمپنیوں کی لسٹنگ بند ہو جاتی ہے کئی سالوں تک ان کی سالانہ رپورٹ ہی نہیں ملتی ان کا کیا ہو؟ غرض یہ کہ ان سارے پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد راقم اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس طرح کی مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص پر زکوٰۃ کا ایک طریقہ ہو یعنی ان کے ساتھ عروض تجارت کا معاملہ کرتے ہوئے بلا تخصیص ان کی کل مالیت پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے۔

زکوٰۃ کے لئے کس مالیت کا اعتبار ہو:

شیررز کی زکوٰۃ کے سلسلے میں ان کی کس مالیت کا اعتبار ہوگا یہ بھی ایک حل طلب مسئلہ ہے۔ شیررز کی ایک قیمت تو وہ ہوتی ہے جو ان کے شیئولٹ پر لکھی ہوتی ہے جس کی قیمت عرفی (Face Value) کہتے ہیں۔ شیررز کے اجراء کے وقت بڑی حد تک ان کی صحیح ویلیو وہی ہوتی ہے جو شیئولٹ پر درج ہوتی ہے لیکن بہت سے شیررز پر بیمہ جاری ہوتے ہیں یعنی ان کی قیمت عرفی تو مثلاً وہی دس روپے ہوتی ہے لیکن کمپنی ان کی فروخت زائد رقم لے کر کرتی ہے اس شکل میں قیمت عرفی کے ساتھ پر بیمہ ملا کر شیررز کی مالیت ہوتی، اجراء کے بعد اثاثہ جات کی خرید اور کام کی شروعات کے ساتھ قیمت عرفی یا قیمت عرفی مع پر بیمہ جس پر شیررز فروخت ہوا تھا وہ حقیقی مالیت کی نمائندہ نہیں رہتی۔ اس کی قدر میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کا عکس ہم اس کی بازاری قیمت میں دیکھ سکتے ہیں، شیررز کی حقیقی مالیت اس کی Break up Value سے معلوم ہو سکتی ہے یعنی اگر کمپنی تحلیل ہو تو ہر شیررز کے مقابلہ میں کمپنی کے اثاثوں کا جو حصہ آئے وہ اس کی بریک اپ ویلیو ہے۔ مگر اس کی تعین اتنی مشکل ہے کہ زکوٰۃ کے لئے اس کا انتظار و اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ان وجوہ کی بناء پر تقریباً تمام علماء عصر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کے لئے شیررز کی بازاری قیمت کا اعتبار ہوگا۔ (اسلام اور جدید معیشت و تجارت از مولانا تقی عثمانی، ص ۹۳)

☆ کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

لیکن شیئرز کی بازاری قیمت کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ وہ ہمیشہ شیئرز کی حقیقی ویلیو کے مطابق نہیں ہوتی ہم نے اوپر تفصیل سے دیکھا کہ شیئرز کی قیمت میں تغیر کے پیچھے بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں جن میں کچھ تو واقعی شیئرز کی حقیقی مالیت کا کاپہ دیتے ہیں لیکن بہت سے عوامل حقیقی مالیت کی غمازی نہیں کرتے۔ مثلاً جنگ یا سیاسی عدم استحکام، سرمایہ کاری کے بیرونی اداروں کے اثرات، بجٹ اور حکومت کی پالیسی، زر کی رسد میں بے تحاشا اضافہ، اندرونی تجارت، مانسوں کے اثرات اور افواہوں کی وجہ سے قیمت میں اچانک گراوٹ حقیقی اسباب کی وجہ سے نہیں ہوتی سب کو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک عارضی سبب ہے جس کا اثر دیر تک بھی رہ سکتا ہے اور جلد زائل بھی ہو سکتا ہے۔ اب اگر کوئی اس وقت اپنے شیئرز کو فروخت کرتا ہے تو اس کے حق میں بازار کی قیمت ہی اس کے شیئرز کی اصل قیمت ہے لیکن جو لمبے عرصے کے لئے سرمایہ کاری کرتے ہیں ان کے لئے قیمت کا یہ آنے دن کا اتار چڑھاؤ صرف کاغذی ہونا ہے اصل اہمیت اس تغیر کی ہے جو کمپنی کی فی حصہ کمائی (Earning Per Share) کے نتیجے میں ظاہر ہو، شیئرز کی بازاری قیمت میں جو تغیر ہوتا رہتا ہے اس کو درج ذیل شکل میں ظاہر کر سکتے ہیں۔



شیئرز کی قیمتوں کے یومیہ اور طویل المدت تغیرات

اس رسم بیانی میں خط الف پر شیئرز کی قیمت کو ناپا گیا ہے اور خط ب میں مہینے و سال۔ اوپر نیچے بڑھتا ہوا خط ج شیئرز کی قیمت کے اتار و چڑھاؤ کو دکھا رہا ہے، اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ شیئرز کی قیمت کا ایک یومیہ کردار ہوتا ہے اور ایک طویل المیعاد۔ یومیہ تغیرات میں شیئرز کی قیمت میں مستقل اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے اور طویل المیعاد تغیرات کے حساب سے ایک خاص عرصہ تک شیئرز کی قیمت یومیہ اتار چڑھاؤ کے علی الرغم مجموعی طور پر مستقل گرتی چلی جاتی ہے یہ زوال یا کساد کا

دور ہوتا ہے۔ پھر شیئرز کی قیمتوں میں عروج شروع ہوتا ہے اس طویل المیعاد عروج کے دور میں بھی یومیہ قیمتیں گرتی چڑھتی رہتی ہیں لیکن عمومی طور پر قیمتیں بڑھتی ہی جاتی ہیں ان دو طرح کے تغیرات کو خط ج کے ذریعہ دکھایا گیا ہے۔ ان تغیرات کو شیئرز کی قیمتوں کے اشاریے سے ناپتے ہیں جن میں کچھ منتخب کمپنیوں کے حصص کی قیمتوں کے تغیر کا اوسط رجحان معلوم کرتے ہیں چونکہ اس میں ہزار ہا کمپنیوں میں سے کچھ منتخب مثلاً بمبئی اسٹاک ایکسچینج میں ۳۰ مخصوص کمپنیوں کے اور نیشنل اسٹاک ایکسچینج میں سو منتخب کمپنیوں کے حصص کے تغیر کو ناپتے ہیں اس لئے یہ انفرادی طور پر ہر کمپنی کے لئے صحیح نہیں ہوتا ہے۔ حصص کے اس یومیہ اتار چڑھاؤ اور کچھ حادثاتی اسباب کی وجہ سے اچانک بڑا تغیر زکوٰۃ نکالنے والے کو سخت تکلیف میں ڈال سکتا ہے اس کی وجہ سے کبھی تو زکوٰۃ دینے والے پر کافی بوجھ پڑ سکتا ہے اور کبھی مستحقین زکوٰۃ گھائے میں رہ سکتے ہیں۔ مثلاً کسی نے ایک درجن کمپنیوں میں سرمایہ کاری کر رکھی ہے آج اسے زکوٰۃ نکالنی ہے۔ ابھی چند ہفتوں تک شیئرز کے دام بڑے کم تھے ذرا مانسون اچھا ہو گیا تو ان کمپنیوں کے دام بہت بڑھ گئے لیکن پتہ نہیں ایک ہفتہ بعد کیا حال رہے گا پھر ان کمپنیوں میں سے دو تین نے استحقاق اجراء (Right Issue) کا اعلان کر دیا ہے اس کی وجہ سے دام بڑھ گئے ہیں۔ ایک کمپنی بونس دینے والی ہے (گو ابھی دیا نہیں ہے) اس کے دام بھی کافی بڑھ گئے ہیں۔ رائٹ اور بونس والی کمپنیوں کے دام یقیناً تاریخ ریکارڈ (Record Date) کے بعد بہت گر جائیں گے۔ اب وہ شخص ان شیئرز کے آج کے دام کے مطابق زکوٰۃ نکالتا ہے تو اسے اس بڑھی ہوئی قیمت کے مطابق بہت زیادہ زکوٰۃ نکالنی پڑے گی حالانکہ اس بڑھی ہوئی قیمت کا اسے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس نے لمبے عرصہ کے لئے سرمایہ کاری کر رکھی ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس کی ایک درجن میں سے بہت سی کمپنیوں کے حصص کی قیمت گر جائے گی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیئرز کے دام زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ سے قبل تو بڑے اونچے تھے مگر کسی کمپنی کے ڈائریکٹر کی موت سے کسی کمپنی میں قفل بندی، کسی میں رائٹ ایسٹو ختم ہونے کی وجہ سے دام بہت گر گئے اور عام رجحان بھی گراؤ کا شروع ہو گیا ہے۔ اب اس صورت حال سے زکوٰۃ پانے والوں کا گھانا ہو گا کہ اب موجودہ قیمت کے حساب سے زکوٰۃ کم نکلے گی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سرمایہ کاری کی ویلیو گھٹ کر نصاب سیم وزر سے کم ہو جائے اور وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے صاف چھوٹ جائے حالانکہ اس کے پاس اب بھی اتنے ہی حصص ہیں جتنے ان ناگہانی حادثات یا عارضی اسباب کے وقوع سے پہلے تھے اور

اس وقت ان حصص کی مالیت اتنی تھی کہ وہ صاحب نصاب تھا اسی طرح معاملہ اس کی برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کے پاس حصص کا مجموعہ تو اتنا ہی برقرار رہے لیکن عارضی اسباب کی بناء پر بعض کمپنیوں کے حصص کے دام اتنے بڑھ گئے کہ وہ صاحب نصاب ہو گیا جب کہ کم قیمت کے حساب سے وہ صاحب نصاب نہیں تھا۔ اس طرح سال کے مختلف اوقات میں قیمتوں کے تغیر کی وجہ سے وہ صاحب نصاب اور بے نصاب ہو سکتا ہے ایک اور مثال سے شیئرز کی قیمتوں کے تغیر کے متضاد اثرات ملاحظہ کیجئے دو اشخاص ہیں۔ دونوں کے پاس ایک ہی طرح کی کمپنیوں کے ایک ہی مقدار میں حصص ہیں بس فرق یہ ہے کہ ایک کا حوالان حول مارچ میں اور دوسرے کا ستمبر میں پورا ہوتا ہے۔ دونوں نے طویل المیعاد سرمایہ کاری کر رکھی ہے۔ فرض کیجئے مارچ میں عام طور پر بجٹ کی غیر یقینی صورتحال اور مارکیٹ کے اثرات سے شیئرز کے دام بہت گر جاتے ہیں جبکہ ستمبر میں عموماً دام بڑھ جاتے ہیں اب یہ دو اشخاص جو ایک ہی طرح کے برابر تعداد میں شیئرز کے مالک ہیں۔ زکوٰۃ کی حد تک دو مختلف نتائج سے دو چار ہوں گے ایک کو زیادہ زکوٰۃ نکالنی پڑے گی ایک کو بہت کم۔ جس کو زیادہ نکالنی پڑے گی وہ شاید طیب نفس سے نہ نکالے اور جسے کم نکالنا ہے وہ فقراء و مساکین کو مایوس کرے گا۔ اس صورتحال پر کمپنیوں کے معاملات پر نظر رکھنے والے اور علماء کرام کو غور کر کے کوئی ایسا حل نکالنا چاہئے کہ بازاری قیمت کا پر تشدد تغیر جو عموماً عارضی اور بے بنیاد اسباب کی بناء پر ہوتا ہے اس کے منفی اثرات کو کم کیا جاسکے اور دونوں کو متاثر ہونے سے بچایا جاسکے اور زکوٰۃ نکالنے کے لئے ایک مستحکم بازاری قیمت بطور بنیاد کے دریافت کی جاسکے۔ راقم السطور کی سمجھ میں اس کا ایک حل یہ آیا ہے کہ اوسط قیمت کو زکوٰۃ کی بنیاد بنایا جائے۔ شیئرز کی معلومات دینے والے معاشی جرائد شیئرز کی تین قیمتیں چھاپتے ہیں ایک تو روزانہ کی حالیہ قیمت اور دوسرے ۵۲ ہفتوں کی سب سے اونچی قیمت اور سب سے کم قیمت جس پر وہ شیئرز فروخت ہوا ہو۔ اگر ان تینوں قیمتوں کا اوسط نکالا جائے تو جو حل سامنے آئے گا وہ کسی شیئرز کی بے بنیاد حادثاتی بہت زیادہ قیمت یا بہت کم قیمت کے مقابلہ میں اس کی حقیقی قیمت سے زیادہ قریب ہوگا۔

مثلاً کسی شیئرز کی حالیہ قیمت ۳۰۰ ہے اور ۵۲ ہفتوں کی سب سے زیادہ قیمت ۴۱۰ اور سب سے کم قیمت ۲۱۰ رہی ہے تو ان کی اوسط قیمت ان تینوں قیمتوں کے مجموعہ ۱۰۲۰ کو تین سے تقسیم کرنے کے بعد اوسط ۳۴۰ آتا ہے اسی طرح اگر موجودہ قیمت ۲۰۰ ہے تو تینوں قیمتوں کے مجموعہ ۸۲۰ کو تین سے تقسیم کرنے کے بعد اوسط ۲۷۳ آتا ہے۔

اس میں زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے دونوں کی رعایت ہے یا درہے کہ یہ حل ان سرمایہ کاروں کے لئے ہے جو کمپنی کے منافع میں شرکت کی غرض سے لمبے عرصے کے لئے سرمایہ کاری کرتے ہیں اور فی الحال شیئرز فروخت نہیں کر رہے ہیں ایسے لوگوں کے لئے قیمت میں اضافہ یا کمی صرف کاغذی نفع نقصان ہوتا ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے شیئرز کی حقیقی ویلیو یا اس سے قریب ترین قیمت کو بنیاد بنایا جائے، رہے وہ لوگ جو کسی موجودہ بازاری قیمت پر اپنے شیئرز فروخت کر دیں ان کے حق میں موجودہ قیمت ہی زکوٰۃ کی بنیاد ہوگی کیونکہ انہوں نے موجودہ قیمت جو خواہ حقیقی ہو یا غیر حقیقی اس کو حاصل کر لیا ہے ان کے لئے ۵۲ ہفتوں کی اعلیٰ یا اسفل قیمت بے معنی ہے۔

اوسط مالیت کو زکوٰۃ کی بنیاد بنانے کے حق میں شرعی دلائل:

یہاں یہ سوال ذہن میں ابھر سکتا ہے کہ کیا اوسط کو بنیاد بنانے کے حق میں شریعت سے کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟ ہم نے اس سوالیہ نشان کے ساتھ کتاب و سنت پر نظر ڈالی تو فوراً کفارہ یحییٰ سے متعلق درج ذیل آیت

فكفاراته اطعام عشرة مساكين من اوسط ما تطعمون اهليكم (سورة المائدہ:

آیت ۸۹)

ترجمہ: سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھروالوں کو۔ ذہن میں آئی، اس کی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ہیں:

”هو هنا منزلة بين منزلتين و نصفا بين طرفين و منه الحديث“ خير الامور اوسطها“ و خرج ابن ماجة حدثنا محمد بن يحيى حدثنا عبدالرحمان بن مهدي حدثنا ابن عيينه عن سليمان بن ابى المغيرة عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس قال كان الرجل يقوت اهله قوتا فيه سعة و كان الرجل يقوت اهله قوتا فيه شدة فنزلت من اوسط ما تطعمون اهليكم“ و هذا يدل على ان الوسيط ما ذكرنا و هو ما كان بين شيتين (الجامع لاحكام القرآن، لابن عبد الله القرطبي المجلد السادس: ص ۲۷۵)

اوردہ (یعنی اوسط) یہاں دو درجات کے درمیان کا درجہ ہے اور دو انتہاؤں کا نصف مراد ہے اسی معنی میں حدیث ہے کہ معاملات کا سب سے اچھا اس کا اوسط ہوتا ہے امام ابن ماجہ نے تخریج کی ہے کہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: الام مالک اور عثمان بن عوف نے تو مجھ سے علم رخصت ہو جاتا

ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالرحمن بن مہدی نے بیان کیا کہ ہم سے ابن عیینہ نے سلیمان بن ابومغیرہ سے سن کر اور انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ آدمی اپنے گھروں والوں کو کبھی بڑی وسعت کے ساتھ کھلاتا ہے اور کبھی بڑی تنگی کے ساتھ، چنانچہ آیت نازل ہوئی کہ: ”من اوسط ما تطعمون اہلکم“ یعنی جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اس کے اوسط درجہ کا۔ اس سے پتہ چلا کہ اوسط کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے یعنی جو دو چیزوں کے درمیان ہو۔

مذکورہ بالا تفسیر سے پتہ چلا کہ جہاں کئی معیار ہوں وہاں اوسط کو اپنانا بہتر ہے، جس طرح سال میں کبھی انسان اپنے گھر والوں کو مرغِ لمبیدہ کھلاتا ہے وہیں کبھی موٹا جھوٹا یا سادا سودا کھا کھلا لیتا ہے اس لئے قسم کے کفارہ میں بجائے آدمی کو اس کا مکلف کرنے کے کہ مسکینوں کو اعلیٰ قسم کی دعوت دے یا اس کو اس بات کی اجازت دینے کے کہ جیسا تیسرا روکھا پھیکا کھلا دے یہ کہا گیا کہ جو اوسط یا درمیانی شکل ہے اس کو اپنایا جائے۔ اس لئے کہ پہلی شکل اگر غریبوں کے حق میں بہتر ہے تو کفارہ دینے والوں کو زبردبار کرنے والی ہے اور دوسری شکل کفارہ دینے والے کے لئے اچھی ہو سکتی ہے لیکن مسکینوں کو افسردہ کر سکتی ہے۔ یہ بھی نہیں کہا گیا کہ قسم کھانے کے دن کا کھانا یا قسم توڑنے والے دن جو کھانا چکے وہ کھانا کھلا دینا بلکہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ۔ اس درمیانی شکل میں دونوں کی مصلحتوں کی رعایت ہے۔ کمپنیوں کے شیئرز کی قیمت کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ سال کے درمیان کبھی تو وہ بہت بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے۔ کبھی عام گراؤٹ اور افسردگی کی وجہ سے شیئرز کی جو حقیقی یا عرفی قدر ہوتی ہے اس سے بھی کم پر ملتے ہیں اور کبھی پرامیدی اور فروغ کا عالم ہوتا ہے تو ان کی قیمتیں ان کی حقیقی قدر سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔ اسلامی معاشیات کے ماہرین اس پر کافی غور کر رہے ہیں کہ کس طرح حصص کی قیمت کو ان کی حقیقی قدر کے مطابق رکھا جاسکے۔ بہر حال جب تک اس کی کوئی صورت نہیں نکلتی اوسط قیمت کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کے لئے روانہ کرتے ہوئے۔ یہ نصیحت کی کہ خبردار لوگوں کے بہترین کاموں کو ہی چن کر صدقہ میں نہ لیتا (ایہاک و کرائم اموالہم) (ترمذی شریف ماجاء فی کراہیۃ اخذ خیار المال فی الصدقۃ: ص ۸۰ کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

امام ترمذی نے ابواب الزکوٰۃ کے تحت باب ماجاء فی زکوٰۃ الاطل والغم میں حضرت ابن شہاب الزہری کا قول نقل کیا ہے کہ جب عامل صدقہ زکوٰۃ وصول کرنے آتا تو بکریوں کو تین حصوں میں بانٹ دیتا ایک تہائی بہترین بکریوں کو چھانٹ کر الگ کر دیتا ایک تہائی اوسط قسم کی الگ کرتا اور ایک تہائی مرل قسم کی علیحدہ کر دیتا اور پھر صدقہ وصول کرنے والا درمیانی قسم کی بکریوں سے وصول کرتا۔ (ترمذی: ص ۷۹)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مال کی کئی نوعیتیں (Qualities) یا قیمتیں ہوں وہاں اوسط کا اعتبار کرنا شریعت میں مطلوب و مرغوب یا کم از کم مباح ہوگا۔
والله تعالى اعلم بالصواب و هو يهدى الى سواء الصراط.

مجهول الحال شیریز کا مسئلہ:

کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض کمپنیوں کی کوئی خبر نہیں ملتی، نہ تو اس کی لسٹنگ ہوتی ہے، نہ وہ اپنی رپورٹیں شائع کرتی ہیں، اور نہ ہی ان کے حصص کی بازار میں کوئی خرید و فروخت ہوتی ہے، ادھر تقریباً تین سال سے ہندوستان کے شیریز بازار میں زبردست گراوٹ رہی ہے جس کی وجہ سے یہاں کی ہزار ہا کمپنیوں میں سے سیکڑوں کی کوئی خبر نہیں۔ جن کمپنیوں کے حصص کی بڑی دھوم تھی انہیں کوئی پوچھتا نہیں۔ جن شیریز کی بازاری قیمت سو روپے کو پہنچ رہی تھی وہ دو چار روپے ہو کے رہ گئی۔ جو شیریز چالیس پچاس روپے کے پریمیم پر بھی الاٹ نہیں ہوتے تھے۔ آج ان کی بازاری قیمت عرفی (Face Value) سے بھی کم ہو گئی ہے۔ بے شمار کمپنیوں کی لسٹنگ اس کی قیمت عرفی سے گھٹ کر روپیہ سو روپے پر ہوتے ہوئے وہ بھی بند ہو گئی۔

اس طرح کے شیریز کی زکوٰۃ کیسے نکالی جائے۔ یہ بھی غور طلب مسئلہ ہے کیونکہ ان کی خرید و فروخت اور لسٹنگ بند ہونے کی وجہ سے اور کسی استفسار کا جواب نہ دینے کی وجہ سے یہ بھی جاننا بڑا مشکل ہے کہ کمپنی ٹھیک چل رہی ہے یا بند پڑی ہے۔ نفع ہو رہا ہے یا خسارہ میں جا رہی ہے۔ سرمایہ کار کو ان مفقود الخیر کمپنیوں سے کچھ ملنے والا ہے یا ہاتھ دھولیتا پڑے گا۔ اس مسئلہ میں بھی حضرات علماء و اہل انشاء کی طرف سے کوئی رہنمائی آنی چاہئے۔ راقم نے جہاں تک غور کیا اس نتیجہ پر پہنچا کہ ایسی کم کردہ خبر کمپنیاں جن کی کارکردگی اور بازاریابی سے مایوسی ہو گئی ہو اور جن کے

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۹﴾ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

حصص کی قیمت کا پتہ لگایا نہ جاسکے ان کے ساتھ مال ہمارا کا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ جب کمپنی کی طرف سے ان کی رپورٹ ملے یا مارکیٹ میں ان کی خرید و فروخت شروع ہو جائے اور ان کے حصص کی قیمت معلوم ہو اس وقت ان کی پچھلے ایک سال کی یا گزشتہ تمام سالوں کی (باختلاف آراء) زکوٰۃ نکالی جائے۔ یہ ایک طالب علمانہ تجویز ہے جو ماہرین علوم شرعیہ کی رائے جاننے کے لئے پیش ہے۔
وما توفیقی الا باللہ

نماز کے مسائل کی مختصر اور جامع کتاب

مرتب: حافظ رفیع اللہ ☆ صفحات ۸۰ ☆ آئٹم کاغذ ☆ فورکلر دیدہ زیب ٹائٹل

ڈائمر: اسلامی روحانی مشن پاکستان

ملنے کا پتہ: المرکز مقصود العلوم ایف سی ایریا نمبر ۱، نزد پادرواوس، لیاقت آباد نمبر ۴، کراچی

درد و شریف کی خوبصورت کتاب جمال و کمال، شریف مفت حاصل کیجئے

☆ سو کے قریب درد و شریف کے مختلف صیغے ☆ صفحات ۲۱۶ ☆ گینز کاغذ ☆ عمدہ طباعت

☆ نفیس ٹائٹل ☆ ایک صاحب دل روحانی شخصیت کی زیر سرپرستی اشاعت ☆

ملنے کا پتہ: حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ ۶۸-۶۷ اوریز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/۷، کراچی

ALWAYS LOVE THESE THREE THINGS:

1. Truth.
2. Good Deeds.
3. Your believe in Allah Ta'ala.

مجلہ فقہ اسلامی اور جناب ڈاکٹر نور احمد شاہ تاز صاحب کی تالیفات

کراچی میں

مکتبہ باب الاسلام و مکتبہ غوثیہ ہول سکل سبزی منڈی ☆ مکتبہ رضویہ آرام باغ

مکتبہ المدینہ و فریدی بک سنٹر اردو بازار پر باسانی دستیاب ہیں